تعلیماتِ سید ہجویری کی عصری معنویت: تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

The Teachings of Syed Ali Hujwiri and Contemporary Era

ڈاکٹر محمد طاہر* ڈاکٹر سمینہ بیگم** محمد ایوب***

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023

DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v4i1.229

Received: April 3 ,2021
Accepted: April 30, 2021
Published: June 30,2021

Abstract

There are few great peoples in the history whose contributions and achievements are continuously alive in the heart of peoples.in this great and honest peoples is Syed Ali bin Usman Hujwiri,who start his mission of preaching of Islam's truly message from Lahore, when he migrate from hijwair. He wrote many useful books on the spirituals life of Islam, but unfortunately these are lost. Although the *KASHF-UL-MAHJOB* is still alive in the history and people gain lights from it.
Syed Hujwiri discuss in detail the nature of human being in his teachings, according to him human are two type by nature one who accept the teachings and message of Islam by its own will and other who don't accept the message of Islam. The second type of people oppose Islam. According to him there are very necessary to reforms in our spirituals institutions by different aspects e.g. the criteria of head of institutions (sofi) and his followers must be checked. The institutions based on education and studies. Society needs to learn necessary skills which help Sharia's objectives. There are difference in manners and rasms. He also explain the terminologies of Tasuwf. Tasuwf is the second name of good and high values. Those who are high in morality actually are high in Tasuwf.
In this article I write the main theme about the teachings of Syed Ali Hujwiri (RA) and its importance and contemporary era.
Keyword: Teachings, values, spirituals.

تاریخ کے اوراق میں بعض شخصیات ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بے مثال، والہانہ اور لازوال علمی و عملی کارناموں اور خدمات کی بدولت انسانیت کے دلوں میں زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔ انہیں شخصیات پُرانوار میں آسمانِ لاہور کا ایک عظیم اور تابناک وروشن ستارہ صوفی باصفاء عالم دوراں، آفتاب نبوت ﷺ کا فیض یافتہ، محسنِ

* اسسٹنٹ پروفیسر، پی ایچ ڈی وایم فل کو آرڈینٹر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبد الولی خان، مردان۔

** اسسٹنٹ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور۔

*** ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبد الولی خان، مردان۔

لاہور، مبلغ اسلام حضرت الشیخ سید علی بن عثمان جلابی ہجویریؒ(متوفی 465ھ مطابق 1073ء)ہیں جنہوں نے تاریک ضلالت میں گم راہ وگم مایۂ انسانیت کو نور اور جلاء عطاء فرما کر انہیں نہ صرف صراطِ مستقیم پر چلنے کا ہنر سکھایا بلکہ انہیں ابدی ہدایت اور سرمایۂ انوارات سے مالا مال کر دیا۔

حقیقت میں زندہ قومیں وہی ہے جو اپنی تاریخ پر اپنی عمارت کھڑی کرتی ہے اور اپنے بلند پایہ اسلاف کے ورثے سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو بہتر بناتی ہے۔اگر ہم سید ہجویریؒ کی مضامین عالیہ، تعلیمات مؤثرہ اور نگارشات فائقہ ونفیسہ سے استفادہ کرے اور ان کے پوشیدہ و مستور گوہر سامنے لائے تو ممکن ہے کہ موجودہ حالات میں بھی مسلمانوں کو زندگی کی بچھڑی راہوں میں رہبری ورہنمائی کامل ملے۔ آپؒ کے تعلیمات سبق آموز اور فکر انگیز ہیں،انسانیت کا مشترکہ اخلاقی سرمایہ ہیں اور ہمارے ماضی، حال اور مستقبل کے آئینہ خانہ ہے جس میں حقیقت شناس مسلمان آنکھیں کھول کر اپنی ہیئت کذائی دیکھیں کہ اپنی ذہنی اور دینی پسماندگی کا جائزہ لے کر عبرت حاصل کریں کہ کیوں وہ اس معاشرے اور سماج میں دینی،علمی اور اخلاقی کم مائیگی کے شکار رہے۔

خوش قسمتی سے آپؒ نے اپنے رفیقِ سعید خواجہ ابو سعید ہجویریؒ کی خواہش اور درخواست پر لاہور میں شہرہ آفاق علمی و اخلاقی کتاب "کشف المحجوب" انتہائی اطمینان اور سکون سے فارسی زبان میں تحریر فرمایا جس میں توحید ذات باری تعالیٰ اور صفات عالیہ کے مباحث، وحدۃ الوجود کے اشارات، تصوف کی تحقیق اور ارباب تصوف کے طرق و مزاج، مقامات اہل سلوک کی نشاندہی اور تعین، شریعت و طریقت کا درمیانی اور فطری بہاؤ کی علمی تشریح،روح کی حقیقت، اصطلاحات صوفیہ اور سماع وترنم وغیرہ کے حوالے سے بیش بہا قیمتی جواہر پارے سامنے آگئے۔

سید ہجویریؒ کی تعلیمات نہ صرف ماضی میں بلکہ عصر حاضر میں بھی مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپؒ کی تعلیمات تقریباً نوسو سال پہلے منصۂ شہود پر آچکے تھے مگر وہ ایسے ہمہ گیر اور آفاقی اصولوں و قواعد پر مبنی ہے کہ آج کا انسانِ متفکر اپنی سیاسی، معاشرتی و سماجی، اقتصادی،خاندانی اور اجتماعی امور میں ان مباحث کو بنسبت زمانہ قدیم کے زیادہ محتاج ہیں۔ اور عصر حاضر میں آپ کی تعلیمات کی معنویت اور اہمیت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ کی تعلیمات کا تعلق براہ راست انسانی کی عملی زندگی سے ہے۔ ان تعلیمات پر چل کر انسانیت اپنے اعلیٰ وارفع مقام پر دوبارہ فائز و متمکن ہو کر اپنے مقاصد و مرامات نو شگفتہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ گوناگوں پیش آمدہ مسائل اور بحرانوں میں آج کا انسان مبتلاء ہے ان علمی وفکری اور عملی مسائل کے حل

اور روک تھام کیلئے آپؒ کی تعلیمات برہانی اشارات اور نورانی اقدامات کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسانی مسائل کے حل کیلئے آپ کی تعلیمات کی عصری معنویت اور اہمیت ذیل میں پیش کی جاتی ہے تاکہ آج کا انسان ان تعلیمات کے آئینہ میں اپنے آپ کو سدھار سکیں۔ اس آرٹیکل کو ہم تین مباحث میں تقسیم کرتے ہیں: بحث اول: تعلیمات ہجویریؒ سے منتخبات، بحث دوم: تزکیہ نفس کے ادارہ میں اصلاحات وقت کی اہم ضرورت اور بحث سوم: تزکیہ نفس اور اخلاق کے درمیان نسبت اور اس کا ماخذ۔ آخر میں خلاصۂ بحث اور آرٹیکل کی روشنی میں سفارشات پیش کی جائیگی۔ (بعو ن الله و تو فیقہ)

بحث اول: تعلیمات ہجویریؒ سے منتخبات

1۔ انسانی جبلت اور تزکیہ نفس

بعض امور خدائے لم یزل کی طرف سے انسانی جبلت وفطرت کا خاصہ ہوتی ہے۔ یہ امور وقت کے ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ جب انسانیت کی تربیت و نشو نما کا مرحلہ پیش آتی ہے تو تربیتی عمل میں ان جبلی امور کا بہت بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ ان میں چند امور انسان کے دائرہ اختیار میں ہوتا ہے اور بعض امور اس کے دائرہ طاقت سے ماوراء۔ جبلی امور کے دو اقسام ہیں: ایک یہ کہ وہ انسانی عمل کے نتیجے میں پیدا ہو جائے جیسے علم اور محبت اور دوسرا یہ کہ وہ امور انسانی عمل کے نتیجے کا صلہ نہ ہو جیسے شجاعت، بزدلی، حلم وصبر وغیرہ، پھر ان امور میں بعض اوصاف پسندیدہ اور قابل مدح جبکہ بعض اوصاف غیر پسندیدہ اور قابل ذم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ :قَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ، إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالأَنَاةُ" [1]یعنی "آپ ﷺ نے اشج عبد القیس [2] سے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہے: بردباری اور استقامت"۔

مذکورہ جبلی امور میں اصول شریعت اور اصول فقہ کے ماہرین نے مختلف زاویوں سے مفصل بحث کیا ہے کہ کیا یہ امور دنیاوی لحاظ سے قابل مدح یا ذم ہونے کے ساتھ ساتھ قابل مؤاخذہ ہے؟ اور یہ کہ آخروی لحاظ سے قبل عتاب ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو آیا مطلق یا ان کے حدود ہیں؟ نیز علم نفس کے ماہرین نے بھی اس حوالے سے کافی بحث ارقام کیا ہے کہ تربیتی عمل میں جبلی امور کی کارفرمائی کس حد تک ہے؟ کس حد تک جبلی مذموم امور ہم ختم یا کم کرسکتے ہیں اور کس حد تک یہ باقی رہ جاتا ہے؟ ان تمام سوالوں کا جامع اور مفصل انداز میں الہامی ونورانی جواب ہمیں سید ہجویریؒ کی کی تعلیمات میں ملتی ہے۔ آپؒ نے غایت حقیقت پسندی کا مظاہرہ

کرتے ہوئے اپنے کتاب کے بلکل ابتداء میں اس بحث بے نظیر کو پیش کیا کہ میرے اس کتاب سے کون فائدہ لے گا اور کون اس کے افادہ واستفادہ سے محروم رہے گا۔ فرماتے ہیں:

"میں (سید ہجویریؒ) نے یہ کتاب اس لئے تالیف کی کہ اس کے ذریعے سے حجابات کا کشف ہو جائے۔ جو (لوگ) حجاب غین میں مستور ہے اور در حقیقت سرمایہ حق ان میں (جبلی طور پر) موجود ہے وہ کتاب کو پڑھنے سے ان کا حجاب کھل جائے گا اور حقیقت کا راستہ انہیں مل جائے گا اور جو انکار حق اور احقائق باطل سے محبت رکھنے والے ہو وہ ہر گز مشاہدہ حق کی راہ نہ پائے گا۔ اور انہیں اس کتاب سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اسی ذیل میں سید ہجویریؒ نے ایک حدیث شریف کا حوالہ بھی دیا کہ: **"فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ"**[3] یعنی جو انسان جس کام کیلئے بنایا گیا ہے، اسے وہی کام اس کے لئے آسان ہے اور اس پر اس کام کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ:

"حجاب دو قسم کا ہوتا ہے: ایک حجاب رینی جس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس لئے یہ حجاب جس پر آیا دور نہیں ہوتا۔ دوسرا حجاب غینی ہے یہ جلد رفع ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ ایک انسان وہ ہے کہ اس کی ذات تصدیق حق کیلئے جب حجاب ہوتی ہے تو اس کیلئے حق و باطل برابر ہو جاتا ہے اور ایک انسان وہ ہوتا ہے جس کی ذات تصدیق حق کیلئے حجاب تو ہوتی ہے مگر اس کی جبلت طالب حق رہتی ہے اور باطل پرست سے اجتناب کرتی ہے۔ تو جو حجاب رینی ہے کبھی اُٹھتا نہیں اور (قرآن میں) رین، ختم اور طبع مترادف المعنی قرار دیا گیا ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی "جو لوگ کافر ہیں آپ اسے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائے گے"۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ﴾[4] یعنی "اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگایا ہے"۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ﴾[5] یعنی "یہ وہ لوگ ہے جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ

نے مہر لگایا ہے"۔﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾[6]۔یعنی "ہر گز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے ان کے کرتوت کی وجہ سے"۔

اور حجاب کا وہ صفت جو غینی ہے وہ کسی وقت دور بھی ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد سید ہجویریؒ نے اس بات کو قریب الفہم لانے کیلئے روز مرہ امور سے مثال دیں فرمایا کہ حجاب رینی کی مثال پتھر کی سی ہے کہ پتھر کی ذات میں ظلمت ہے آپ اسے جتنے بھی جلا دے تو وہ ہر گز مجلا نہیں ہو گا اور حجاب غینی کی مثال شیشہ جیسا ہے کہ ان کی اصلیت اور جبلت میں جلا پن اور روشنی ہے تو اگر شیشہ مکدر ہو جائے تو رونی جلا دینے سے مجلا ہو جائے گا[7]۔

2۔انسانیت کیلئے ضروری علوم

انسانی جبلت اور فطرت جیسے مشکل امور پر علمی اور ذوقی بحث کرنے کے بعد آپؒ کی علمیت پسندی اور حقیقت شناسی ہے کہ آپ نے علم اور اس کے قسام کی طرف انسانیت کو متوجہ کر کے فرمایا کہ ہر قسم کے علم و فن کا حصول نہیں ہونا چاہئے بلکہ وہ علم و فن حاصل کرنا چاہئے جو مقاصد شریعت کے حصول میں ممد و معاون ہوں۔ قرآن وحدیث کے حوالے سے حضرتؒ نے علم کی دو بڑی قسمیں متعین کئے:

1۔ علم مفید (نافع) خوہ دینی ہو یا دنیاوی یعنی عمل کے لئے جس قدر علم کی ضرورت ہو اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔

2۔ علم غیر مفید (مضرت رساں) جیسے جادو وغیرہ کا علم۔جو انسانیت کے لئے سبب ضرر ہو اس پر حضرتؒ نے قرآن و سنت سے استدلال فرمایا ہے:

﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾[8]یعنی "یعنی وہ ایسا علم حاصل کرتے ہیں جو انہیں نقصان دیتا ہے اور فائدہ نہیں دیتا"۔اس کے بعد آپ ﷺ کا دعا پیش فرمایا کہ:"اللهم إني أسألك علما نافعا وأعوذ بك من علم لا ينفع"[9]،یعنی" میں اس علم سے جو نفع نہ دیں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ گویا ہر علم جو انسانی معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کرے اور مسائل کیلئے سدِ سکندری بنے، نافع ہی ہے۔اور ہر علم نافع منشائے شریعت کے مطابق ہے اور جو علم انسانیت کیلئے ضرر کا باعث ہے وہ غیر نافع ہے اور خلاف منشائے شریعت ہے۔ غیر نافع علم کا حصول ممنوع اور علم نافع کا حصول فرض عین ہے۔اس بات کی وضاحت کیلئے سید علی ہجویریؒ نے مروجہ چند علوم کا نام لے کر بطور مثال بیان فرمایا کہ:

"چون علم نجوم وطب و علم حساب و صنعت ہا ئے بدیع و آنچہ بدین ماند"[10]

ترجمہ:یعنی "علم نجوم، طب اور حساب و دیگر نئی صنعتوں کا علم اور جو اس کی مثال دیگر علوم ہوں۔"

اس جملہ کی ترکیب میں لفظ "صنعت ہا ئے بدیع" بڑی جامع اور اہمیت کے حامل ہے۔ فارسی لغت میں "بدیع" کا معنی ہے: تازہ و نو شگفتہ اور موجد[11] جبکہ صنعت کا معنی ہے: پیشہ، ہنر[12]۔ پوری ترکیب کا معنی ہو گا تازہ بتازہ پیشے اور ہنر، جسے ہم آج کے اصطلاح میں ٹیکنالوجی (Technology) کہتے ہیں۔ اور جملہ کے اگلے حصہ میں "و آنچہ بدین ماند" سے ہر قسم کی فنون اور ٹیکنالوجی جو مقاصد شریعت کے حصول کیلئے وقت کی ضرورت ہیں، اکتساب کو فریضہ قرار دیا۔ مزید علم کو دو اقسام میں تقسیم کر دیا اصول و فروع، اسی اصول و فروع کو مزید دو دو حصوں میں منقسم کر دیا؛ ظاہر اصول کو قول شہادت اور باطن اصول کو معرفت، جبکہ ظاہر فروع کو امور حیات کو شریعت اسلامیہ کے مطابق سر انجام دینا اور باطن فروع کو تصحیح نیت سے تعبیر کر کے بغایت حقیقت پسندی سے ظاہر و باطن کو ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم قرار دیا کہ ایک کے بغیر دوسرا بے مقصود ٹھہرا۔ اس سے اگلا اہم ترین قدم یہ ہے کہ حاصل کردہ علم کو زیورِ عمل سے آراستہ کیا جائے۔ سید ہجویریؒ حاصل کردہ علم پر عمل کی تاکید فرماتے ہے:

"از علم اند کہ عمل بسیار توا ن گرفت وبا ید کہ علم مقرون عمل با شد"۔

یعنی " تھوڑے سے علم سے زیادہ عمل کی تحریک حاصل کی جا سکتی ہے لہذا چاہئے کہ علم عمل سے الگ نہ ہو"۔[13]

3۔ شریعت اور طریقت میں ہم آہنگی

شریعت اور طریقت ایک ہے یا اس میں تضاد ہے؟ یہ مسئلہ موجودہ اسلامی دنیا میں معرکۃ الآراء ہے، اس سلسلے میں ہر ایک اپنا موقف پیش کرتے ہیں ذیل میں یہاں سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ پیش خدمت ہیں۔

شریعت اس قانون کا نام ہے جو شارع کی طرف سے مکلف مخلوق کے واسطے لایا گیا ہو۔ اور طریقت اس قانون پر چلنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ اور شریعت پر دُرست چلنے کا نام ہی طریقت ہے۔ لہذا طریقت کی اصلاح شریعت (قرآن و سنت) کے بغیر سمجھنا زندقہ ہے اور شریعت پر ظاہری اطاعت بغیر طریقت کے ناقص ہے۔[14]

4۔ انسانی عقل اور تجربات تسخیر کائنات کی بنیاد

آپؒ فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم خداوندی اور دوسرا بندے کا علم۔ خدا کا علم اس کی صفت اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جبکہ ہمارا علم ہماری صفت ہے اور ہمارے اوصاف محدود ہیں ،بندے کا علم خدا کے علم کے سامنے ہیچ ہے۔

پس علم حقیقت را سہ رکن است :یکی علم ب ذات خداوند عز وجل و وحدانیت وی و نفس ونفی تشبیہ از ذات پاک وی و دیگر علم نہ صفات و ی واحکام آں و سہدیگر علم افعال و حکمت وی...الخ[15]

علم حقیقت کے تین ارکان ہیں: اول ذات خداوندی اور اس کی وحدانیت کا علم اور اس کے ساتھ کسی چیز کی مشابہت کی نفی۔ دوم خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کے احکام کا علم اور سوم اس کے افعال اور حکمتوں کا علم۔ اسی طرح علم شریعت کے بھی تین ارکان و درجات ہیں: اول کتاب اللہ، دوم سنت رسول ﷺ اور سوم اجماع امت۔ ان ہر دو قسم کے ذیلی اقسام کو باہم ملانے سے یوں بنے گا کہ ذات خداوندی اور اس کی وحدانیت کا علم اور اس کے ساتھ کسی چیز کی مشابہت کی نفی کا حصول و اکتساب براہ راست کتاب اللہ (قرآن کریم) کے ساتھ متعلق ہے۔ خدا تعالی کی صفات اور اس کے احکام کے علم کا حصول و اکتساب سنت رسول ﷺ ہی سے ممکن ہے، اور اللہ تعالی کے افعال (کائنات اور اس میں کار فرما سربستہ اسرار) اور حکمتوں کے علم کا حصول اجماع امت (اتفاق انسانیت) ہی سے ممکن ہے۔

مذکورہ عبارت میں سید ہجویریؒ کی بلند بینی اور ژرف نگاہی کی داد دیجئے کہ کس لطیف پیرائے میں انہوں نے علم شریعت اور طریقت کو آپس میں متحد کر دیا۔ نیز ہر نوع کو اس کے متعلقہ قریب نوع کا ساتھ ملا کر یہ نتیجہ نکالا کہ کائنات اور اجزائے کائنات سے استفادہ اور اس کے تسخیر کا تعلق مذہبی اور الہامی نصوص سے زیادہ انسانی عقل، تجربات اور کاوشوں پر موقوف ہیں۔ اور اس میں غور و خوض مستقل عبادت ہے۔ موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی عقل انسانی ہی کی مرہون منت ہے اس لئے کائنات کو شریعت اورانسانیت کی مقاصد کیلئے استعمال کرنا پوری انسانیت کا مشترکہ ذامہ داری ہے اور یہ کہ تسخیرِ کائنات انسانیت کا اجتماعی ورثہ ہے۔ اس حقیقت کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ دنیاوی معاملات اور امور میں زیادہ ماہر ہوں"۔ اس کے بعد سید ہجویریؒ نے دونوں علوم مع ذکرِ اقسام کے خلاصہ اور نتیجہ کے طور چند صفحے بعد فرمایا کہ:

"العلوم ثلاثۃ: علم من اللہ وعلم مع اللہ و علم باللہ۔علم باللہ
علم معرفت است کہ ہمہ اولیاء اور را بدوں دانستہ اند و تا
تعریف و تعرف اور نبود ایشان وی را نداستند۔۔۔الخ"[16]

علم تین ہیں۔ اول علم من اللہ جو کہ علم شریعت بھی ہے کہ انسانیت کو ذات باری تعالی کی طرف سے حکماً دیا گیا ہے اور اس کا مکلف بنادیا گیا ہے۔ دوسرا علم باللہ علم معرفت ہے جس کے ذریعہ سب انبیاء کرام (علیہ السلام) اور اولیاء اللہ کرامؒ نے اللہ تعالی کو جانا جب تک اس مخصوص طریقوں سے سیکھا سکھایا نہ جائے اس وقت تک اس کے ذریعے خدا کو نہیں جانا جاسکتا کیونکہ اس علم کے بغیر خدا کو پانے کا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں۔ اور تیسرا علم مع اللہ مقامات طریق حق اور درجات اولیاء کرام سے متعلق ہے۔ خلاصہ یہ کہ معرفت بغیر شریعت کے درست نہیں اور شریعت کی کارفرمائی اظہار مقامات کے بغیر صحیح نہیں۔

5۔ نکاح و تجرد میں راہِ اعتدال

حالیہ زمانے میں لوگ نکاح کے معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی کے بجائے افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں یہ بحث ہر جگہ عام اور شائع ہے کہ کتنی عورتیں رشتہ ازدواج میں رکھنا چاہئے، ایک عورت پر اکتفاء کے بجائے دو تین عورتیں ہونا چاہئے پھر یہ کہ قرآن وحدیث یا موجودہ معاشرتی وسماجی حالات اس کے موافق ہے یا نہیں نیز یہ کہ زیادہ عورتیں رشتہ ازدواج میں رکھنا کیا ایک ضروری اور لازمی حکم ہے؟ اس کے ساتھ یہ بات بھی زیر بحث ہے کہ نکاح کرنا چاہئے یا نہیں بلکہ نکاح کے بغیر (حالت تجرد میں) زندگی گزارنا چاہئے۔ ان تمام موجودہ مباحث کا حل ہمیں بہتر اور جامع انداز میں سید ہجویریؒ کی تعلیمات میں ملتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث میں نکاح اور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی تاکید کی گئی ہے کہ عورتیں تمھارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو"۔ نکاح کے معاملہ میں آج ہمارے معاشرے میں زیادہ مہر اور جہیز کی کی لزوم ہے کہ ہر حال میں جہیز دینا پڑے گا تو اس حوالے سے فرمایا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ برکت میں وہ عورتیں زیادہ ہے جس کی تکلیف کم ہو، خوبصورت ہو اور جس کی مہر کم ہو"۔ نکاح ہر مرد اور عورت پر مباح ہے اور جو لوگ حرام سے نہیں بچ سکتے اس پر نکاح کرنا فرض ہے اور جو حق عیالداری ادا کرسکتا ہو اس پر سنت ہے۔ نکاح کی حکمت یہ ہے کہ اس سے نسل کی حفاظت اور نمو ہو

جاتی ہے۔ جب کسی کا فرزند بچپن کی حالت میں فوت ہو جائے تو ماں باپ کیلئے سفارش
کرنے والا ہو گا اور اگر بڑا ہو گیا تو یہ بچہ ماں باپ کیلئے دعا گوں رہے گا۔ اس کے علاوہ
نکاح اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: مرد اور عورت
جب تنہا ہو تو اس کا مصاحب شیطان ہو تا ہے"۔

نکاح اور تجرد ہر ایک میں دو دو آفتیں ہیں، تجرد میں دو آفتیں یہ ہیں: ایک ترک سنت ہیں دوسرا شہوت کا دل میں پرورش پانا اور حرام کے خطرے میں پڑنا جبکہ نکاح میں دو آفتیں یہ ہیں: ایک غیر کی طرف دل کا مشغول ہونا اور دوسرے بدن کو حظ نفس میں مشغول ہونا۔ لہذا اس معاملہ میں جو آسان ہو اس کی پیروی کرے۔ اس معاملہ کو سمیٹتے ہوئے فرمایا کہ:

اس مسئلہ میں قول فیصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے خلقت و فطرت میں صحبت، میلاپ اور مجالست ہو انہیں نکاح کرنا چاہئے اور جو لوگ فطری طور پر گوشہ نشینی ہو انہیں بغیر نکاح رہنا موزوں ہے۔[17]

بحث دوم: تزکیہ نفس کے ادراہ میں اصلاحات (Reformations) وقت کی اہم ضرورت

اصلاحات

صوفیاء کا کام انسانیت کی تزکیہ نفس اور رسول ﷺ کی نیابت احسن طریقے سے انجام دینا ہے، اور اس طرح سے وہ افراد تیار کرنا ہے جو جو معاشرتی و سماجی قومی و بین الاقوامی سطح پر مقاصد شریعت کی تکمیل اور عملی نفاذ کرتے ہیں۔ جو لوگ حرص و ہوس کے بت سینوں میں چھپائے ہوئے تصوف کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسرے کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر سید ہجویریؒ بار بار (متر سمین) جعلی نام نہاد صوفیوں کو نچانہ تنقید بناتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے جو خانقاہی اور تزکیہ نفس کے میدان میں جو اصطلاحات فرمائی ہے وہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

1۔ اخلاق اور رسم میں امتیاز

"رسوم" یہ ہے کہ بندہ کسی فعل کو اسباب و تکلف سے یوں انجام دے کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہو، ایسا فعل معنی سے خالی ہو تا ہے۔ اس کے برعکس "اخلاق" اس پسندیدہ فعل کا نام ہے جو بلا تکلف و اسباب اس طرح سے انجام پائے جو بندے کا ظاہر مکمل طور پر باطن سے ہم آہنگ و متحد ہو اور دعویٰ سے خالی ہو

اور ظاہر و باطن کا یہی اتحاد یگانگت "استقامت مع اللہ" کا ضامن ہے۔ جعلی صوفی چونکہ محض پابند رسوم ہوتا ہے نااہل، منافق اور کردار کردار ساز سے تہی دامن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ طریقت کے بنیادی اصول متانت و سنجیدگی کے برعکس اس کے کردار میں ہزل یعنی غیر سنجیدگی کا پہلو غالب رہتا ہے۔ناچنا گانا اسی غیر سنجیدگی کا نتیجہ ہوتا ہے۔[18]

2۔خرقہ پوشی کی اہلیت

مسلم سوسائٹی میں ایک قبیح رسم یہ چل نکلی ہے کہ خرقہ خلافت ایسے نااہلوں کو پہنایا جاتا ہے جنہیں کثرت مال وزر یا دنیاوی منصب وعزت یا قربت شیخ حاصل ہوتی ہے۔ذوق ریاضت سے آشنائی نہ حسن اخلاق و آداب کریمہ سے شناسائی، شیوخ اور پیروں کا یہ عالم کہ نہ اپنی پتہ اور نہ مریدوں کا،نہ کردار سازی اور نہ شخصیت سازی ایسے مرید کو اپنے پیر سے سوائے جہالت کے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔معاشرہ اور سماج میں ایسے سجادہ نشین چاہئے کہ وہ خدمت خلق،تزکیہ نفس، تعمیر کردار،تربیت اخالق و آداب کریمہ جیسے اوصاف کے حامل افراد تیار کرے جو ہر سطح پر مقاصد شریعت کے حصول میں مستغرق رہتے ہیں۔ آج اکثر خانقاوں میں نااہل سجادہ نشین براجمان ہے اور عوام ان کی ہوا وہوس اور حرص کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

خرقہ پوشی کیلئے بنیادی اہلیت خدمت خلق ہے۔خدمت خلق کو آداب کریمہ شمار کیا گیا اور شیخ طریقت پر ضروری قرار دیا گیا کہ وہ مریدین کی تین سطحوں پر خدمت کروائے:

اَ. پہلا سال مرید "خدمت خلق" میں بسر کریں اور وہ اس طرح سے کہ خود کو خادم اور باقی تمام مخلوق کو مخدوم کا درجہ دے۔ بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرے۔ہر ایک کو خود سے بہتر گردانئے اور اس کی خدمت کی وجہ دوسروں پر اپنی برتری نہ جتلائے۔

ب. دوسرا سال "خدمت حق" میں گزارے وہ اس انداز میں کہ فکر دنیاو آخرت سے آزاد ہو کر اللہ کی عبادت صرف اللہ ہی کیلئے کرے۔

ج. تیسرا سال اپنے دل کی نگرانی میں کاٹے۔وہ یوں کہ وہ پنی تمام تر ہمت کو اس خوش اسلوبی سے جمع کرے کہ دل گوناگوں غموں سے پاک ہو جائے اور اُنس الٰہی کی بارگاہ میں غفلت سے محفوظ ہو جائے[19]۔

مرید جب ان شرائط کو پورا کرلے تو ولایت کا خرقہ پہننے کا اہل ہو گا،لیکن ہر شیخ خرقہ ولایت نہیں پہنا سکتا۔ بلکہ خرقہ پوشان کیلئے ضروری ہے کہ:

اَ. مستقیم الحال ہو۔یعنی طریقت کے تمام مشکلات سے گزر چکا ہو اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو۔ذوق احوال کو چکھ اور مشرب اعمال کو کو پا چکا ہو۔اللہ تعالی کے غلبہ جلال اور لطف جمال کا تجربہ رکھتا ہو۔

ب. مرید کے احوال کا نگران ہو اور جانتا ہو کہ طریقت و معرفت کے کس انتہاء کو پہنچے گا۔اگر مرید لوٹنے والا ہو تو اسے طریقت میں چلنے سے منع کر دے اور اگر مراد کو پہنچ سکتا ہو تو اس کی تربیت کرے کیونکہ شیخ دلوں کا طبیب ہوتا ہے لہذا مرید کی بصیرت کے مطابق اسے دعوت دی جائے گی۔

ج. یہ جانتا ہو کہ مسند تبلیغ وارشاد پر متمکن ہونے والا بہر رنگ ہوا وہوس اور حرص سے پاک ہو۔

د. طریقت میں اس قوت کا حامل ہو کہ اگر شریعت و طریقت کے ناواقف پر نگاہ ڈالے تو اسے واقف کر دے اور اگر کسی گناہ گار کو خرقہ ولایت پہنا دے تو اسے ولی بنادے۔

جو شیخ مذکورہ بالا شرائط پر پورا اترتا ہو وہ خرقہ پوشانی کا اہل ہو گا ورنہ نہیں اور اپنی اسی اہلیت کی بدولت وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں ہر درجہ و مقام فانی ہو جاتا ہے۔الفاظ اسے بیان کرنے سے عاجز اور عبارت ناکارا۔ ایسے میں اسے کوئی صوفی کہہ کر پکارے یا کچھ اور وہ ہر ایک سے ماوراہے[20]۔

3۔علم کی وجد پر برتری

جس طرح دین کے دوسرے شعبوں میں افرط و تفریط دیکھنے کو ملتا ہے بلکل اسی طرح آج خانقائی نظام (تربیتی و تزکیہ نفس کے مراکز) میں بھی اعتدال و توسط کے بجائے افراط و تفریط عام ہے۔تربیتی مراکز میں اخلاق کی درستگی و تہذیب، گفتگو کا سلیقہ، معاملات کی صفائی اور نفسانی عیوب کی تطہیر جیسے بلند مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں مگر آج وہاں رقص و سرور، سماع و غنٰی اور نشے تماشے لگے ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں سید علی ہجویریؒ علم کی وجد پر فضیلت اور برتری قائم رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

و متفق اند مشائخ رضی اللہ عنہم اجمعین
کہ سلطان علم قوی تر باید از سلطان
وجد واز آنچہ چون قوت مر سلطان وجد
را باشد واجد را بر محل خطر باشد و چون
سلطان علم را در محل امن باشد و مراد از

این جملہ آں است کہ اندر ہمہ احوال باید کہ
طالب متابع علم و شرع باشد۔۔۔الخ[21]

ترجمہ: مشائخ عظام کا اتفاق ہیں کہ علم کا غلبہ وجد کے غلبہ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ وجد کے عالم میں واجد خطرہ میں ہوتا ہے مگر علم کی قوت ہو تو عالم امن کے مقام پر ہوتا ہے۔۔۔۔ تمام حالات میں طالب کو علم اور شریعت کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ اگر وہ وجد سے مغلوب ہو جائے گا تو قابل خطاب نہیں رہے گا جب وہ قابل خطاب نہیں رہا تو عذاب وثواب سے بھی آزاد ہو گا۔ اس عالم میں اس کی شکل ایک دیوانہ کی سی ہو جائے گی اور اولیاء اللہ اور مقرَبین سے اسے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ جب علم کا غلبہ ہو تو بندہ اللہ تعالی کے اوامر ونواہی کی پناہ میں ہوتا ہے اور عزت وعظمت سے بہرہ ور۔ جب وجد کی قوت علم پر غالب ہو تو بندہ حدود خداوندی سے خارج ہو کر رہ جاتے ہیں اور قابل خطاب نہیں رہتا یا معذور ہوتا ہے یا مغرور، اور بالکل یہی چیز حضرت جنیدؒ[22] کے اس قول میں ہے کہ راستے دو ہیں یا علم وعمل یا ایسی روش جو بغیر علم کے ہو۔ علم بے عمل بھی ہو تو عزت و شرف ہوتو ہے اور عمل نیک بھی ہو تو جہالت کی وجہ سے ناقص ہوتا ہے۔

4۔ صوفی کیلئے لازمی اوصاف

- **شریعت کی پیروی:** ولی ہمیشہ شریعت کی متابعت کرتا ہے۔ جو شخص بھی شریعت کی پابندی سے آزاد ہو بے دین اور ملحد ہے۔ حتیٰ کہ کسی حال کے بہانے سے بھی ترک شرع گناہ ہے۔
- **صوفی کے خصائل:** صوفی میں آٹھ خصائل ہونا لازمی ہے: سخاء، رضاء، صبر، اشارہ، غربت، سیاحت، اونی لباس اور فقر۔
- **صوفی حاضر بحق:** صوفی وہ ہے کہ جب گفتگو کرے تو سراسر بیان حقائق ہو اور جب خاموش رہے تو اس کا عمل اور فعل شارح ہو اور وہ حقیقت میں ماسواء اللہ سے کٹا ہوا ہو۔
- **انسانی لغزشوں سے پرہیز:** صوفی وہ ہے جن کی روحیں بشریت کی کثافت سے پاک ہو اور آفت انسانی سے پاک ہو جو ہوا وہوس سے آزاد ہو اور صف اول میں درجہ اول پر ہو۔ کوئی چیز اس کی ملکیت میں نہ ہو۔
- **صاحب عزیمت:** صوفی وہ ہے جس کی فکر اس کے قدم کے ساتھ لامحالہ برابر ہو، جہاں تن ہو وہاں دل اور جہاں دل ہو وہاں تن۔ جہاں قول ہو وہیں پر قدم ہو اور جہاں قدم ہو وہیں پر قول ہو۔[23]

5۔ جاہل متصوفہ سے اجتناب

متصوفہ جاہل وہ ہے جو کبھی کسی پیر کامل کی صحبت سے مستفید نہ ہوئے اور نہ کسی مرشد سے تعلیم لی اور عوام میں اپنے آپ کو باکمال کہلانے کا آرزو رکھیں۔ مصائب زمانہ اور اور نشیب و فراز علم کا ذائقہ تک نہ چکھا ہو، مگر اندھے جاہلوں میں اپنے کو بہکی بہلی باتیں بناکر کامل کہلوائیں اور ذلت اور تذلیل کی راہ اختیار کرلیں اور بے وقوفوں میں بیٹھ کر سب کو اپنے جیسا کہتا پھریں، ایسی حالت مین ان پر من جانب اللہ حق کی راہ پوشیدہ ہوتے ہیں اور وہ اسی ظلمت میں پڑے رہتے ہیں۔ مریدوں کو ان کی صحبت سے ہر حالت میں اجتناب کرنا چاہئے۔[24]

بحث سوم: تصوف اور اخلاق کے درمیان نسبت اور تصوف (تزکیہ نفس) کا ماخذ

الف: تصوف اخلاق عالیہ کا نام ہے۔

آج کے انسان کا اگر اخلاقی پہلو سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تعصب، حسد و عناد، بے صبری و عدم برداشت، نامناسب تکلم و گفتگو غرض معاشرتی اور سماجی برائیوں کی آماجگاہ ہے، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اولیاء اللہ کی توہین و تحقیر ان سے ذلت آمیز سلوک و برتاؤ، خلوت و جلوت میں بے ہودہ اور لایعنی امور میں مشغولیت اور امور حیات میں عدم سنجیدگی وغیرہ جیسے باتیں ننگ انسانیت ہیں اور اس کے ذریعے معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر تشدد، بے ہودگی، بے راہ روی اور دیگر برائیاں پروان چڑھ رہی ہیں۔ اس ضمن میں سید ہجویریؒ کی تعلیمات روبہ عمل لانے کیلئے کافی و شافی ہے۔ آپؒ تصوف کی تشریح و تفہیم بیان کرتے ہیں تو کسی فلسفیانہ پیچیدہ سطح سے بات نہیں کرتے بلکہ شریعت کے مطابق اعلیٰ اخلاق و عادات کو دل و جان سے اپنانے کا نام ہی تصوف بتاتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: "التصوف خلق، فمن زاد عليك فى الخلق، فقد زاد عليك فى التصوف"۔[25] یعنی" تصوف اچھی عادات و اطوار کا نام ہے۔ جو شخص عمدہ عادات و اطوار میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔ وہ تصوف میں بھی تجھ سے بڑھ کر ہے"۔ پھر اس پھر معاشرتی تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اخلاق کی دو قسمیں ہیں: ایک خُلق باخلق اور اس کا معنی ہیں قضائے الٰہی پر مطمئن ہونا اور دوسرا خُلق باحق اور اس سے مراد ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مخلوق کے ساتھ اچھے رہن سہن کا بوجھ اُٹھایا جائے۔ اس کے بعد فرمایا: "التصوف كله أدب"[26] "تصوف کل کا کل ادب ہے"۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ قول بھی نقل فرمایا کہ "التصوف حسن الخلق"[27] یعنی "تصوف حسن خلق کا نام ہے"۔

آخر میں بڑی ژرف نگاہی سے تمام ظاہری و باطنی اور معاشرتی و اجتماعی رویوں کو سمیٹتے ہوئے حسن اخلاق کو تین اہم ترین قسموں میں منقسم کیا:

اول، حسن خلق با حق: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے احکام عالیہ کی بغیر کسی دکھاوے کے تعمیل کی جائے۔
دوم، مخلوق خدا کے ساتھ حسن خلق: وہ یوں کہ بڑوں کے ادب و احترام، چھوٹوں پر مہربانی اور اپنے جیسوں کے ساتھ انصاف کو ملحوظ رکھا جائے۔
سوم، کسی معاملہ میں بھی ہوا و ہوس اور شیطان کی پیروی نہ کی جائے۔ اس کے بعد اگے چل کر اپنے فکر نظر کو انتہائی مربوط رکھتے ہوئے آداب کی تقسیم بھی تین واضح رویوں میں کرتے ہیں:

اَ. **ادب توحید با حق:** بندہ خلوت و جلوت اور مجلس و تنہائی میں بے ادبی کا ارتکاب نہ کرے، یعنی یہ زندگی ایسے طریقے پر انجام دے گویا کہ وہ کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور وہ سب کچھ دیکھ رہا ہو۔

ب. **معاملات میں اپنے آپ سے ادب:** اپنے آپ سے ادب کا سلیقہ یہ ہے کہ تمام احوال میں اپنی ذات سے وابستہ مروت کی پاسبانی کرے یعنی وہ بات جو مخلوق اور اللہ کے سامنے بے ادبی ہو، اپنی خلوت میں بھی اس سے اجتناب کرے۔ مثلاً ہمیشہ سچ بولے، اپنی دانست کے خلاف بات نہ کرے کیونکہ یہ خلاف مردانگی ہے۔ دوسرے یہ کہ کم کھائے تاکہ طہارت خانہ میں بہت کم جانا پڑے۔ تیسری یہ کہ اپنی اس چیز (مثلاً ستر وغیرہ) پر خود بھی نظر نہ ڈالے جسے دیکھنا کسی غیر کیلئے نامناسب ہو۔

ج. **رہن سہن میں ادب با خلق:** آداب میں سب سے زیادہ اہم ادب یہی ہے۔ سفر و قیام کے داران مخلوق کے ساتھ رہن سہن میں کاروبار اور لین دین کو سنت رسول ﷺ کے مطابق انجام دیں[28]۔

اس تحدید آداب کے ساتھ آخر میں ایک بصیرت افروز اختتام فرمایا کہ: حسن ادب ایمان کا حصہ ہے، اس لئے تمام دینی اور دنیاوی امور کی زین زینت آداب ہی سے قائم ہے اور حق یہ ہے کہ کافر و مسلم کے نزدیک معاشرتی امور کی انجام دہی میں حسن آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا قابل تحسین ہے۔ لہذا دنیا میں کوئی ایسی رسم نہیں ہے جس کا قیام بغیر ادب کے ممکن ہو۔ آداب لوگوں کے درمیان کمال مردانگی کو ملحوظ رکھنے کا نام ہے۔ دینی لحاظ سے معاملات حیات کی تنظیم و ادائیگی میں سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرنا آداب کہلاتا ہے جبکہ محبت کے باب میں حفظ حرمت کو ادب کہتے ہیں۔ کسی بھی حال اور کسی بھی صورت میں ولی اللہ ادب نہیں چھوڑتا۔ نفسیاتی لحاظ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ادب چونکہ ولی اللہ کی عادت بن چکا ہوتا ہے اور عادت طبیعت کی ہمسر ہوتی ہے اور طبیعت کسی بھی حال میں پوری عمر حیوان سے زائل نہیں ہوتی اس لئے ولی اللہ خواہ حالت سکر میں ہو

یاحالت صحو میں، تارک ادب نہیں ہو تا۔ اس عملی و حقیقی نقطہ نگاہ کے تحت جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلبہ محبت سے حکم متابعت ساقط ہو جاتا ہے، پرلے درجے گمراہ ہیں۔

ب: تزکیہ نفس کا ماخذ

تصوف اور اس اشغال واعمال پر آج ابنائے زمانہ معترض ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خانقاوں کے صوفیا وَں کی اکثریت کے اشغال اوراد کا ماخذ و منبع نہ صرف یہ کہ مجہول ہے بلکہ بعض امور میں وہ اندھا تقلید کرتے نظر آرہے ہیں، اور وہاں وہ مشاغل دیکھنے کو ملتی ہے جس کا ثبوت بمشکل سے قرآن وحدیث میں ملتا ہو۔ اس سلسلے میں ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں جب یہ تنقیدی صدا بلند ہوئی تو خانقاء اشرفیہ کا روح رواں اور سجادہ نشین حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ[29] نے دو رسالے تالیف کیں :ایک "التکشف عن مہمات التصوف" اس میں تین سو تیس احادیث ہیں جن سے سلوک و تصوف کے مسائل کو واضح انداز میں مستنبط کیا گیا ہے، اور اس کی اکثر وبیشتر صحاح ستہ کی روایات ہیں۔ دوسرا رسالہ "التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف" اس رسالہ میں ان احادیث کی تحقیق ہیں جو تصوف کی کتابوں میں یا صوفیاء کے کلام میں آتی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ اصول وفن حدیث کی روسے یہ حدیث کس درجے کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے۔[30]

تصوف کے اشغال، اعمال، اوراد اور کیفیات کا ماخذ ہمیں سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات میں بدرجہ اتم ملتی ہے، بلکہ انہوں نے لطیف وبدیع اسلوب یہ اختیار فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے حیات مبارکہ سے تصوف پر مبنی اشغال واعمال اور اوراد وکیفیات مستنبط فرمائے ہیں۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام کے قلوب مبارکہ روشن و منور تھے اور ان قلوب منورہ سے جس طرح اہل شریعت نے استفادہ کیا ٹھیک اسی طرح اہل طریقت نے بھی استفادہ کیا۔ اس سلسلے میں ہر صحابی جو جو کمال میں اعلیٰ درجہ پر فائق وفائز تھا انہیں ان اشغال کا امام قرار دیا اور ما بعد صوفیاء کے ان کے حیات مبارکہ سے روشن لینی کی گویا زبان حال سے تاکید فرمارہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى تَوَاضُعِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي ذَرٍّ"[31] یعنی "جو یہ چاہئے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم (ع) کے تواضع اور عاجزی کو دیکھے تو اسے چاہئے (کہ میرے صحابہ میں حضرت) ابوذرؓ کو دیکھے"۔ اس سلسلے میں بطور مثال خلفاء راشدین کا ذکر مناسب ہو گا۔

حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ: خلیفۃ الرسول ﷺ، امام اہل تجرید حضرت ابو بکر صدیقؓ صحابہ کرام میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ تمام اولیاء امت کے نزدیک آپ مقام صاحب مشاہدہ ہیں کیونکہ صاحب مشاہدہ کا حال دوسری

پر بہت کم منکشف ہوتا ہے۔اور حضرت عمرؓ کو ان کی سخت گیری کی وجہ سے امت انہیں پیشواء مجاہدین مانتے ہیں ۔سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ رات کو نماز میں آہستہ تلاوت فرمارہے تھے جبکہ سیدنا عمرؓ با آواز پڑھتے تھے۔حضور ﷺ نے ابو بکر سے دریافت فرمایا تم نماز میں آہستہ کیوں تلاوت کرتے ہو؟عرض کیا اس لئے آہستہ پڑھتا ہوں کہ میں جانتا ہوں جس سے مناجات کررہا ہوں وہ مجھ سے غائب نہیں ہے۔(یہ شان مشاہدات کا ہے)حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا عرض کیا میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں[32]۔ (یہ شان مجاہدات کا ہے)،مشاہدہ کے اندر مجاہدہ اس طرح ہے جیسا کہ قطرہ دریا کے اندر۔

اللہ تعالی نے عبد صادق کو کمال صدق پر پہنچا دیتا ہے وہ کسی معاملہ میں اپنے اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ منتظر ہوتا ہے کہ بار گاہ الہی سے کیا حکم وارد و صادر ہوتا ہے اگر صدور حکم ہوتا ہے کہ فقیر بن کر رہ تو فقیری پسند کرتا ہے اور حکم آتا ہے کہ امارت پر متمکن تو امیر بن جاتا ہے۔کسی معاملے میں اپنے اختیارات و تصرف نہیں استعمال نہیں کرتا۔وہ اہل تسلیم و رضاء کا امام ہے۔جو لوگ مخلوق میں ہو مگر مخلوق سے تنہا ہو اور اس کی توجہ مخلوق سے بلکل علیحدہ ہو یہ مقام بہت بلند ہے اور ہر ایک کی شان سے بعید ہے۔اسی مقام پر حضرت عمرؓ فائز تھے۔[33]

حضرت عثمانؓ و علیؓ: حضرت عثمانؓ انفاقِ مال،ہدیہ جان اور تسلیم امور و اخلاص میں پیشوا اہل ایمان ہے۔وہ شریعت اور طریقت کے سچے متبع تھے۔ جب بلوائیوں نے آپ نے گھر کا محاصرہ کیا تو آپ نے اہراقِ دم کے بجائے رضاء باری تعالی کے سامنے سر جھکایا۔ حضرت علیؓ کی شان جادہ طریقت میں بڑی ارفع و اعلیٰ تھی۔ بیانِ حقیقت میں ان کی باریک بینی بہت بلند ہے۔اہل طریقت حضرت شیر خداؓ کی پیروی حقائق عبارات اور دقائق اشارات میں کرتے ہیں اور تجرید علوم دنیاو آخرت سے حاصل کرنے اور نظارۂ تقدیر حق میں رہنا بھی انہیں کی اطاعت کے ماتحت ہے۔لطائف کلام میں آپ کے مضامین کثیر ہیں۔[34]

خلاصۂ بحث

حقیقت میں وہی لوگ دین کی دولت اور سید ہجویریؒ کی تعلیمات سے استفادہ کرسکتے ہیں جو ذاتی اور جبلی طور پر محجوب نہ ہو (جنہیں حجاب رینی کہا جاتا ہے)بلکہ غینی طور پر محجوب ہو تو اس کا حجاب تعلیماتِ سید ہجویریؒ سے دور ہو سکتا ہے۔بشر طیکہ وہ صدق دل سے استفادہ کا طالب ہو۔ علم مفید ہر شی کی بنیاد اور اساس ہے۔علم مفید دنیاوی بھی اس حد تک حاصل کرنا ضروری ہے جو مقاصد شریعت کیلئے مددگار ہو۔طریقت کی بنیاد علم پر ہونا چاہئے اور علم وہی کارآمد ہے جو زیورِ عمل سے آراستہ ہو۔کائنات کے سربستہ اسرار اور اس کی تسخیر

انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہے،اور یہ کہ انسانیت مجموعی طور پر اپنے عقل اور تجربات کی روشنی میں کائنات سے استفادہ کریں گی۔ طریقت وشریعت ایک ہی چیز کے دورخ ہے۔ طریقت بلاشریعت زندقہ ہے اور شریعت بغیر طریقت کے ناقص ہے۔ سماج اور معاشرہ تزکیہ نفس کے مراحل طے کرنے والے کیلئے مترسمین یعنی جعلی پیروں سے اجتناب ضروری ہے اس لئے کہ وہ بغیر علم اور صحبت شیوخ کے کمال اور مرتبہ کا طالب ہوتا ہے خود بھی ناقص اور جہالت میں ہوتا ہے اور مریدوں کو بھی جہالت کی تاریکی میں لے جاتے ہیں۔ اخلاق وہ ہے جو انسان بلاتکلف ورواج سہولت سے انجام دے اور رسم یہ ہے کہ بتکلف اور رواج کے تحت بغیر سہولت کے وقتی طور انجام دیا جائے۔ علم کو وجد پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ واجد حالت خطرہ میں ہوتا ہے جبکہ عالم بے خطر اور حالت امن میں ہوتا ہے۔ تجربہ کی بنیاد پر کہ ہر شخص خرقہ پوشی کی صلاحیت اور خلافت کا اہل نہیں ہوتا۔ اسی ذیل میں مریدوں کیلئے شرائط ہیں اور خدمت خلق ان کیلئے اچھا مشغلہ ہے۔ خرقہ پوشی کیلئے صوفیاء اور شیوخ میں بھی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ صوفی کیلئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عزیمت، ظاہر وباطن میں یکساں، شریعت کی کامل پیروی اور ہر وقت ذات حق پر نظر رکھتا ہو۔ تصوف بلند اخلاق کا نام ہے۔ جس شخص اخلاق میں کمال حاصل کیا تصوف میں صاحب کمال بنا۔ تصوف ادب اور شائستگی کا نام ہے۔ بہترین ادب ایمان کا حصہ ہے لہذا تصوف ایمان کا حصہ ٹھرا۔ ہر ایک مواقع کے اپنے آداب آداب ہیں۔ حق تعالی کے ساتھ ادب کا اپنا معاملہ ہے اور مخلوق کے ساتھ ادب کا اپنا طرز وریہ ہے ۔ نکاح وتجرد کے باب انسان کو اپنے معاملے میں غور کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کیلئے نکاح بہتر ہے جو مخلوق کی مجلس نشین ہو اور ان لوگوں کیلئے تجرد اچھا ہے جو گوشہ نشینی کو پسند کرتا ہو۔ تصوف کا ماخذ حضرات صحابہ کرامؓ کے قلوب منورہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اہل مشاہدہ کے پیشوا اور امام تھے نیز تسلیم رضاء کے پیکر تھے۔ جبکہ حضرت عمرؓ اہل مجاہدہ کے پیشوا ہیں۔

سفارشات

1. مقاصد شریعت میں مد ومعاون متنوع عصری علوم وفنون پر ریاست کا توجہ دینا وقت کی آواز اور ضرورت ہے، اور اہل وطن کو اس سے روشناس کرنا چاہئے۔
2. حصول علوم وفنون جدیدہ کے بعد لوگوں کو زیورِ عمل (محنت سے لگاؤ) سے آراستہ کرانے کی منصوبہ بندی کرکے تعلیم یافتہ افرادی قوت کو وطن کی پائیداری اور ترقی کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔

3. سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات منورہ پر مشتمل پمفلٹ بناکر وطن عزیز کے عوام الناس کو اس سے روشناس کرانے کیلئے وسیع پیمانے پر تشہیر کرنا چاہئے۔
4. موجودہ خانقاوں کی اساس علمی ہونا چاہئے نیز یہ کہ اپنے تربیتی پروگرامز میں سید ہجویریؒ کی تعلیمات عالیہ کو داخل نصاب کرنا چاہئے۔ اگر ہو سکے تو اصلاح کی غرض سے ہر روز یا ہفتہ وار ان تعلیمات کو مجمع عام میں بیان بھی کرنا چاہئے۔
5. سید ہجویریؒ کی رواداری اور اخلاقی نوعیت پر مبنی تعلیمات سکول و کالج کے نصاب میں داخل کرنا چاہئے۔
6. تصوف کے نام پر معاشرہ و سماج میں جو متر سمین (جعلی نام نہاد صوفی) ہیں، جن کو سید ہجویریؒ نے اپنی تعلیمات میں خاص تنقید کا نشانہ بنایا ہے، ریاست کیلئے ضروری ہے کہ عوام کو ان سے نجات دلائی جائے۔ اس سلسلے میں وزرات مذہبی امور یا اسلامی نظریاتی کونسل کی فعال کردار ہونا چاہئے۔
7. معاشرہ اور سماج کیلئے نکاح و تجرد کے معاملے میں ایک راہ اعتدال وضع کرنا چاہئے اور اس کو پیروی میں لانے کیلئے تربیت اور اصلاح کا اسلوب اپنانا چاہئے نہ کہ ریاستی طاقت کے بل بوتے پر لوگوں کو پیروی پر مجبور کریں۔
8. "تزکیہ نفس اور حضرات صحابہ کرامؓ" یا "حضرات صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس میں مقام" وغیرہ جیسے موضوع پر ہمارے جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح پر تحقیق ہونی چاہئے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] قشیری، النیسابوری، ابو الحسین، مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، طبعہ: بیروت، دار الافاق الجدیدہ، سن:1408ھ، ج:1۔ ص:36، رقم:127

Al-Qusharī, 'Abū al-Husain Muslim bin 'Al-Hajāj bin 'Muslīm,Sahīh ul-'Muslīm, Baīrut:Dār ul-āfaq Jadīd, 1408

[2] آپ کا نام منذر بن عائذ عبسی ہے، آپ اشج عبد القیس کے نام سے مشہور ہے۔ آپ اپنے قوم کے سردار تھے۔ بحرین میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے آپ ﷺ سے اپنی قوم کے ساتھ ملاقات کیا تھا۔ اور آپ ﷺ سے تعلیم حاصل کیا، آپ ﷺ کے کی وفات کے بعد واپس بصرہ گئے تھے اور وہی پر باقی ایام زندگی گزاری اور وفات پائی۔ بصرہ میں آپ سے زیادہ کوئی صاحب علم و تقویٰ نہیں تھا۔ بصرہ میں اہل فتنہ نے آپ پر جھوٹ کے الزامات لگائے تھے، جس سے حضرت عثمانؓ نے آپ کو بری ثابت کر دیا۔ الصلابی، علی محمد بن محمد، سیرۃ عثمان بن عفان، طبعہ: بیروت، دار الکتب العلمیہ، سن:1408ھ، ج:1، ص:455

Al-Ṣalābī, ‘Muhāmmad bin Muhāmmād, Seerāt Uthmān bin ‘Afhān, Baīrut: Dār ul-Kutub-al-ilmīya, 1408

[3] البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، طبعہ: قاہرہ، دارالشعب، سن:1987ء، ج:6، ص:212، رقم:4949۔ پورا حدیث یوں ہے: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک جنازہ میں زمین پر تشریف فرما تھے اور ہاتھ مبارک میں ایک تنکا تھا جس کے ذریعے زمین کھود رہا تھا۔ فرمایا: تم میں ہر ایک کا ٹھکانہ جہنم میں بھی ہے اور جنت میں بھی۔ پوچھا گیا (کہ اس کے بعد) کیا ہم عمل چھوڑ دے اور تقدیر پر ہاتھ دھرے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمل کرتے رہو کیونکہ ہر ایک جس کام کیلئے پیدا ہوا ہے وہی کام اس کیلئے آسان ہوتا ہے پس جو لوگ نیک بختوں میں سے ہے وہی نیک بختی اس کیلئے آسان ہو جاتی ہے اور جو لوگ بد بختوں میں سے ہے وہی بد بختی اس کیلئے (دنیا) آسان ہو جاتی ہے۔

Al-Buḱhārī, ‘Abū Abdullāḥ Muhāmmad bin ‘Ismā‘īl, Sahīh ul-‘Buḱharī,: Dār ul-ṣhāb, 1987

[4] القرآن، سورۃ البقرۃ:2/7

Al-Quran, Surh Tul Bakara: 7/2.

[5] القرآن، سورۃ النحل:16/108

Al-Quran, Surh Tul Nahal: 108/16.

[6] القرآن، سورۃ المطففین:83/14

Al-Quran, Surh Tul Motaffeen: 14/83.

[7] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص:9

Al-Hājwarī, ‘Uthmān bin ‘Alī, Kashf-ul-‘Maḥjob,Irān: Fāridun ‘Eshqī,1960,P 9.

[8] القرآن، سورۃ البقرہ:2/102

Al-Quran, Surh Tul Bakara: 102/2.

[9] ابو حاتم، الدارمی، محمد ابن حبانؒ، صحیح ابن حبان، طبعہ: بیروت، مؤسسہ الرسالہ، سن:1408ھ، ج:1، ص:273، رقم:82

Al-Hātīm, Al-dārmī, ‘Muhāmmad bin hībāān, Sahīh Ibinī- hībāān, Baīrut: Muwaṣīsū-Rīsālh 1408

[10] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص:12

Al-Hājwarī, ‘Uthmān bin ‘Alī, Kashf-ul-‘Maḥjob,Irān: Fāridun ‘Eshqī,1960,P 12

[11] فرہنگ عمید، ناشر: تہران، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، سن:1379ھ، ج:اول، ص:139

Farhāng-e-āmīd, ‘Irān ,tahrān: Muwaṣīsū-intishrāt-e-Amīr-e-Kābīr, 1379

[12] نفس مصدر سابق، ج:دوم، ص:111

Ibid, Vol 2, P 111.

[13] قادری، عازم بیگ، ڈاکٹر محمد امین، کشف المحجوب اور اکیسویں صدی، ناشر: لاہور، جیلانی اینڈ کمپنی، سن: نومبر 2016ء، ص:24

Al-Qusharī, ‘Asīm Baig, Kashful-Maḥjob aor Ikīīsw-e-Ṣādī, Lahor: Jīlanī ānd company,2016

[14] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص:227

Al-Hājwarī, ‘Uthmān bin ‘Alī, Kashf-ul-‘Maḥjob,Irān: Fāridun ‘Eshqī,1960,P 227.

[15] نفس مصدر سابق، ص:13

Ibid, P 13.

[16] نفس مصدر سابق، ص:15

Ibid, P 15.

[17] نفس مصدر سابق، باب آدابھم فی التزویج والتجرید، ص:216

Ibid, Bab Adabhm Fe Altazweej waltajreed, P 216.

[18] نفس مصدر سابق، ص:28

Ibid, P 28.

[19] نفس مصدر سابق، ص:15

Ibid, P 15.

[20] نفس مصدر سابق، ص:34

Ibid, 34.

[21] نفس مصدر سابق، ص:246

Ibid, P 246.

[22] سید الطائفہ ابو القاسم بن محمد بن جنید البغدادی القواریری الخزار قدس اللہ سرہ830ء کو عراق کے شہر بغداد میں پیدا ہوئے اور 298ھ مطابق 910 میں وفات پائے تھے۔ آپ کے والد مکرم شیشے کا کاروبار کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کو قواریری کہا جاتا ہے۔ مشہور صوفی سری سقطیؒ کے بھانجے، مرید اور شاگرد تھے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کیا۔ ابو ثور سے فقہ پڑی اور حدیث حسن بن عرفہ کے واسطے بیان کیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے وفات پاگئے تھے اور آپؒ کے صاحبزادے قاسم جنیدی نے نماز جنازہ پڑھایا۔ شیخ فرید الدین آیدن، الطریقۃ النقشبندیہ بین ماضیہا وحاضرہا، طبعہ: بیروت، دارالکتب العلمیہ، سن:1407ھ، ج:1، ص:449

[23] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص:25

Al-Hājwarī, ‘Uthmān bin ‘Alī, Kashf-ul-‘Maḥjob,Irān: Fāridun ‘Eshqī,1960,P 25.

[24] نفس مصدر سابق، ص:28

Ibid, P 28.

[25] محمود بن عبدالرزاق، المعجم الصوفی، طبعہ: بیروت، دارالکتب العلمیہ، سن:1409ھ، ج:8، ص:11

Muhāmod bin ‘Abdū-r āzāq, Al-‘Mujām-u-Ṣofī, Baīrut: Dār ul-Kutub-al-ilmīyā, 1408

[26] الرفاعی، احمد بن علی، البرہان المؤید، طبعہ: بیروت، دارالکتاب النفیس، سن:1408ھ، ص:28

Al-Rīfāhī, ‘Ahmād bin ‘Alī, Al-‘būrhān-ul-Mūayīd, Baīrut: Dār ul-Kībat-ul-nafees, 1408

[27] نفس مصدر سابق

Ibid.

[28] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص:28

Al-Hājwarī, ‘Uthmān bin ‘Alī, Kashf-ul-‘Maḥjob,Irān: Fāridun ‘Eshqī,1960,P 28.

[29] آپ 19 اگست 1863ء کو شیخ عبد الحق کے ہاں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ حافظ حسین دہلوی سے قرآن حفظ کیا اور پھر مولانا فتح محمد صاحب سے عربی اور فارسی کی کتب پڑی۔ 1301ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ مدرسہ فیض عام کانپور میں چودہ سال پڑھایا 1315ھ میں کانپور چھوڑ کر تھانہ بھون آیا اور وہاں پر خانقاء تھانہ بھون آباد کیا اور مدرسہ تھانہ بھون کی بنیاد بھی

رکھا۔ 1311ھ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو ارشاد خلافت پر متمکن فرمایا۔ ایک اندازے کے مطابق آُکی تصانیف کی تعداد آٹھ سو تک ہیں۔ آپؒ 20 جولائی 1943ء کو انتقال کر گئے اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے نماز جنازہ پڑھایا۔ الحسنی، عبد الحی بن فخر الدین، نزہۃ الخواطر، طبعہ: بیروت، دار ابن حزم، سن: 2001ء، ج: 8، ص 123

Al-Hāsanī, 'Abd-ūl-Hayī, Fakhr-u dīn, Nushāt-ūl-Khwatīr, Baīrut: Dār ībn-e-hazm, 2001

[30] تھانوی، اشرف علی، مولانا، حکیم الامت، التکشف عن مہمات التصوف، طبعہ: ملتان، ادراہ تالیفات اشرفیہ، سن: 2011ء، ص: 4

Al-Tānwī, 'Ashrāf 'Alī, Al-'Takāshuf-en'Muhāmt-u-Tāwuf, Multan: Idārah Tālīfat-e-'Ashrāfīya,2011

[31] عبسی، ابی شیبہ، ابو بکر بن عب داللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، طبعہ: ہند، دارالسلفیہ، سن: 1409ھ، ج: 12، ص: 125، رقم: 32933

Al-Abasī, 'Abū bākr bin Abdullāḥ, 'Musānif-Ibni Abi Shaibā, Hind: Dār-ul-sālāfīyā, 1409

[32] سجستانی، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، طبعہ: بیروت، دار الکتب العربی، سن: 1409ھ، ج: 1، ص: 509، رقم: 1331

Al-Sajīstānī, 'Sulaīmān bin āshath Sunan-e-Abī- Dāwood, Baīrut: Dār-ul-kutab ālarbīyā, 1409

[33] ہجویریؒ، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: بہ کوشش فریدون آسیابی عشقی زنجانی، ص: 43،42

Al-Hājwarī, 'Uthmān bin 'Alī, Kashf-ul-'Maḥjob,Irān: Fāridun 'Eshqī,1960,P 42,43.

[34] نفس مصدر سابق، ص: 45،44

Ibid, P 44,45.